عرش مخلوق نہیں بلکہ خدا کی صفت ہے۔

یحملون العرش کی عرفان تشریح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6/اکتوبر 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۗ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(المومن: 8 تا 10)

پھر فرمایا:۔

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ المومن آیات آٹھ تا دس ہیں۔ان سے متعلق کراچی سے ایک نوجوان نے مجھے لکھا ہے کہ اس مضمون کے سمجھنے میں کچھ اشتباہ ہے اور چونکہ آپ پہلے بھی صفات باری تعالیٰ سے متعلق جو خطبات کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے اس لئے اگر اس کو بھی

اس میں داخل کر لیں تو ہوسکتا ہے کئی لوگوں کی الجھن دور ہو جائے۔ اس لئے میں نے ان آیات کا انتخاب آج کے خطبہ کے لئے کیا ہے مگر اس سے پہلے یہ دو اعلانات ہیں۔

ایک تو مجلس انصار اللہ کینیڈا کا دسواں سالانہ اجتماع کل 7/ اکتوبر سے شروع ہو رہا ہے جو تین دن جاری رہے گا اور 9/ اکتوبر کو بروز سوموار یہ اجتماع ختم ہوگا۔ دوسرے ناروے کا جلسہ سالانہ ہو رہا ہے اور چونکہ ان کا اصرار تھا کہ میں خود وہاں پہنچ کر اس جلسے میں شمولیت اختیار کروں اور یہاں کی مصروفیات کے باعث مجھے مجبوراً اس پیشکش کو رد کرنا پڑا یعنی اس کو قبول نہ کر سکا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آج اسے خطبہ میں ان کا بھی کچھ ذکر ہو، ان سے بھی کچھ مخاطب ہوں۔

جہاں تک انصار اللہ کینیڈا کا تعلق ہے یہ انصار اللہ کینیڈا کی مجلس، کینیڈا کی عمومی تصویر سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ کینیڈا ایک قسم کے تضادات کا مجموعہ ہے۔ بعض پہلوؤں سے خدا کے فضل سے نمایاں خوبیاں بھی موجود ہیں اور بعض پہلوؤں سے کچھ ایسی کمزوریاں ہیں جو احمدیت کے آج کل کے موسم کے شایان شان نہیں ہیں۔ اگر خزاں کے موسم میں پتے زرد ہوں تو ہر درخت کے پتے زرد ہوتے ہیں ہاں اگر کچھ اجنبی بات معلوم ہوتی ہے تو یہ کہ کوئی درخت سرسبز بھی ہوتے ہیں اور بہار میں اگر درختوں کے پتے زرد ہو جائیں تو یہ اجنبی بات ہے۔ جماعت کینیڈا مخلص ہے، مالی قربانی میں بھی پیش پیش ہے، عموماً ان کے اندر اصلاح کا جذبہ بھی ہے، اجتماعی کاموں میں شوق سے حصہ لیتے ہیں مگر تبلیغ کی طرف نہیں آتے۔ ایک آدھ آدمی کے سپرد کام کیا اس سے بھی اس رنگ میں کوتاہیاں ہوگئیں کہ اس کے بنائے ہوئے آدمی جماعت کو بالعموم قبول نہ رہے کچھ بنیادی خامیاں دکھائی دی گئیں اور اس کے بعد معاملہ ختم حالانکہ دنیا کی سب جماعتوں میں تبلیغ کے لحاظ سے اتنی بیداری ہے کہ وہ زمینیں جو بالکل بنجر دکھائی دیتی تھیں ان میں بھی نشوونما شروع ہوگئی ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ بہار کا موسم ہے اور اس موسم میں خزاں اجنبی دکھائی دیتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات کے بالکل برعکس ہے۔ آپؑ تو فرماتے ہیں:

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں (درثمین: 50)

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر آج تمام دنیا کی جماعتوں کی تصویر بنا ہوا

ہے اور یہ تصویر ان کی ذات میں زندہ ہوگئی ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں احمدیت کے خلاف مظالم کی حد ہوگئی اور تبلیغ کی راہ میں ہر ممکن روک کھڑی کر دی گئی وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی شعر صادق آرہا ہے کہ:

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

تو وہ کینیڈا کا بوستاں کیوں سب سے الگ ہے یہ قابل فکر بات ہے۔ ان کو اس طرف سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہئے۔ اگر ایک صحت مند وجود میں ایک چھوٹا سا بھی نقص ہو تو وہ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اگر دوسرے پہلوؤں سے بے چاری کمزور، مری پٹی جماعت ہوتی تو شاید یہ بات اتنی نمایاں دکھائی نہ دیتی کیونکہ بعض جھاڑ ایسے ہیں، بعض درخت ایسے ہیں بہار کے موسم میں بھی جن کا رنگ زرد ہی ہوتا ہے بے چاروں کا اور اس کو اردو میں اس طرح مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ کسی نے پوچھا میاں روتے کیوں ہو تو اس نے کہا میری شکل ہی ایسی ہے۔ بعض بے چارے پودوں کی شکل ہی خزاں رسیدہ ہوتی ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو میں نمایاں طور پر محسوس نہ کرتا۔ ان کی شکل تو ایسی نہیں جیسا وہ بن کے دکھا رہے ہیں۔ ہاں بعض جماعتوں میں جہاں آغاز ہے تربیت کا ابھی پوری طرح بیداری نہیں ہوئی وہاں ہر طرف زردی کے آثار ہیں مگر یہاں سبزی کے بیچ میں زردی بہت ہی بری دکھائی دیتی ہے۔ ایسا داغ ہے جو اور زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

اس لئے میں جماعت کینیڈا کو اور مجلس انصار اللہ کو خصوصیت سے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کچھ ہوش کریں اگر جلدی اس بیماری کو دور نہ کیا تو یہ بیماریاں پھر پھیلنے لگتی ہیں اور خاص طور پر ایسے موسم میں جب سب دنیا کے مزاج سے الگ ایک مزاج بنالیا گیا ہو تو اس وقت یہ بیماری بعض دوسری خوبیوں کو بھی کھا جاتی ہے اس لئے فکر کرنی چاہئے۔ جلد از جلد اپنی صحت کی طرف توجہ دیں۔ ایک دو کی بحث نہیں ساری جماعت کو تبلیغ کے میدان میں جھونک دینے کا وقت آ گیا ہے اور اس کے پھر جو تازہ شیریں پھل ملیں گے وہ ساری جماعت کے لئے زندگی کا موجب بنیں گے۔ وہ روحانی لحاظ سے پھل ہیں یعنی ان کو ویسے تو نہیں کھا سکتے آپ۔ مگر وہ پھل ایسے ہیں جن کی شیرینی کا لطف تو اٹھا سکتے ہیں۔ ان کی خوشبو، ان کی لذت سے فیض یاب ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جماعت میں ایک نئی تازگی

پیدا ہو جاتی ہے، نیا حوصلہ آتا ہے۔

جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے دعوت الی اللہ کے کام کئے ہیں ان کے مردے بھی جی اٹھے ہیں۔ وہ لوگ جن کے متعلق جماعت کو وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ ان میں کوئی روحانی زندگی کے آثار ہیں۔ بس سانس پر زندہ تھے مگر کوئی ایسے آثار نہیں تھے جس سے ان میں حرکت دکھائی دے، ان سے توقعات کی جاسکیں۔ مگر جو رپورٹیں آتی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ جہاں جہاں بھی کوئی داعی الی اللہ بن گیا ہے اس کی کایا پلٹ گئی ہے اور یہی حال ہے جرمنی میں خدا کے فضل سے وہ بے چارے جو تربیت کے لحاظ سے بہت ہی پسماندہ اور محتاج تھے، ایسی جماعتوں سے آئے تھے جہاں لمبے عرصے سے ان کی تربیت نہیں کی گئی یا کی گئی تو انہوں نے اس کو رد کر دیا، جب داعی الی اللہ بنے ہیں تو ان کی کایا ہی پلٹ گئی ہے خدا کے فضل سے۔ اپنے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں جن پر ان کی نظر ہے پھر ان کے لئے بھی کرتے ہیں جو ان کی جھولی میں پھل کے طور پر گرا دیئے گئے۔ پس بہت ہی قابل فکر بات ہے جماعت کینیڈا کو اس میں خاص توجہ دینی چاہئے۔

اور انصار اللہ کی تو عمر ایسی ہے کہ اب اس کے بعد پھر دوسری دنیا کا سفر ہی ہے نا۔ اکا دکا تو اطفال بھی اٹھ جاتے ہیں اور خدام بھی اٹھ جاتے ہیں۔ مگر بطور جماعت کے انصار کے پرلی طرف کوئی اور جماعت نہیں ہے جس میں شامل ہو جائیں گے۔ اطفال کی جماعت بڑی ہوتی ہے، خدام میں داخل ہو جاتی ہے۔ ناصرات کی جماعت بڑی ہوتی ہے لجنہ میں چلی جاتی ہے۔ خدام کی جماعت بڑی ہوتی ہے انصار اللہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ انصار کی جماعت ہزار سال کی بھی ہوگی تو اگلی دنیا میں جائے گی۔ تو بحیثیت جماعت ان کا انجام دوسری دنیا کے سفر میں ہے۔ تو جہاں دوسری دنیا کا سفر بالکل صاف سر پر کھڑا دکھائی دے رہا ہو، وہ سٹیشن ہی وہی ہے جہاں آگے گاڑی ٹھہرنی ہے، تو پھر اور زیادہ فکر کی ضرورت ہے۔ ایسے وقت میں تو انسان کو اگر ساری عمر میں کچھ نہیں بھی کیا تو کوشش کرنی چاہئے کہ کچھ اتنی کمائی کر لے کہ خدا کے حضور حاضر ہو تو کچھ پیش تو کر سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں:

ے اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند (درثمین فارسی:279)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر ہے کہ اے بے خبر قرآن کی خدمت پر اپنی کمر کس لے ”زاں پیشتر“ اس وقت سے پہلے ”کہ بانگ برآید“ کہ آواز سنائی دے، ایک آواز بلند ہو ”فلاں نماند“ وہ نہیں رہا، وہ نہیں رہا یعنی اس دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ تو انصاراللہ کی عمر تو یہ یہ بانگیں سننے کی عمر آ گئی ہے جو ان کے جانے کے بعد دوسروں کو سنائی دے گی۔ مگر اگر اچھے کام یہاں کر لیں گے، خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے محنت کریں گے، کچھ زادراہ بنا لیں گے تو آسمان سے بھی تو ایک بانگ اٹھے گی جہاں اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۞ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً (الفجر: 28-29) اے میرے مطمئن نفس یعنی میری ذات سے مطمئن ہونے والے پیارے آجا، لوٹ کے میری طرف آجا رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً تو مجھ سے راضی ہے میں تجھ سے راضی ہوں۔ تو دو قسم کی بانگیں ہیں جو بہرحال انجام کے وقت سنائی دیتی ہیں۔ ایک جانے والوں کے لئے پیچھے اٹھتی ہے اور ایک جانے والوں کے استقبال میں آسمان سے اترے گی۔ تو اس آواز کے لئے کیوں اپنے آپ کو تیار نہیں کرتے اور پھر ایسا تیار کریں کہ جن کو آپ اپنی دعوت الی اللہ کے نتیجے میں خدا کا قرب عطا کرنے میں ایک بہانہ بن چکے ہوں وہ آپ کی یاد میں ہمیشہ آپ کو دعائیں دینے لگیں۔ محض فلاں نماند کی آوازیں نہ اٹھیں بلکہ یہ آوازیں اٹھیں کہ کاش وہ رہتا اور ہم چلے جاتے۔ وہ ایسا پاک وجود تھا کہ اس کے جانے سے خلا پیدا ہو گیا ہے۔

پس انصاراللہ خواہ کینیڈا کے ہوں خواہ دنیا میں کسی جگہ کے ہوں ان کو خصوصیت کے ساتھ اس اپنی حیثیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بحیثیت جماعت وہ ایک مرنے والی جماعت ہے یعنی مادی طور پر مرنے والی مگر اس طرح مریں کہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو چکے ہوں تو تب ان پر موت آئے۔ مر کے جانا یعنی ہمیشہ کی موت کو قبول کر لینا یہ کوئی شعور کی بات نہیں، عقل کی بات ہے، یہ بہت نقصان کا گھاٹے کا سودا ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ انصاراللہ دنیا میں ہر جگہ میرے اس پیغام کو غور سے سنیں گے، سمجھیں گے اور اپنے اندر اور اپنے میں سے جو کمزور تر ہیں ان کے اندر نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

اور سب سے اچھا زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ دعوت الی اللہ ہے۔ دعوت الی اللہ کام ایسا ہے کہ جو دونوں طرف نفع بخش ہے۔ جو بلاتا ہے اس کو بھی زندہ کرتا ہے، جس کو بلایا جاتا ہے وہ بھی زندہ ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ سب سے زیادہ زندہ کے سپرد یہ کام کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا کہ یہ بلانے والا جب بلائے تا کہ تمہیں زندہ کرے تو اس کی آواز پر لبیک کہا کرو۔ پس زندگی یعنی روحانی زندگی ایک ایسی عظیم چیز ہے کہ جب یہ عطا کی جاتی ہے تو جس کو عطا کی جاتی ہے اس کی طرف سے عطا کرنے والے کو بھی ایک فیض ملتا ہے وہ اور بھی زیادہ زندہ ہو جاتا ہے اور جو زندہ ہو وہی زندگی بخش سکتا ہے غیر زندہ کو توفیق نہیں ملتی۔ پس وہ لوگ جو محنت کرتے ہیں اور پھل نہیں پاتے جب وہ دعائیں کرتے ہیں، فکر کرتے ہیں ان کے اندر تربیت کے لحاظ سے بھی ایک مربی بیدار ہو جاتا ہے، ایک دعائیں کرنے والا بزرگ ان کے نفس میں سے پیدا ہوتا ہے اور ہر پہلو سے وہ پہلے سے زندہ تر ہونے لگتے ہیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں جماعت مجموعی صرف انصار اللہ ہی نہیں آج کے اس دور کے اہم ترین تقاضے کو پورا کریں گے اور دعائیں مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو تبلیغ کے میدان میں جھونک دیں گے۔

جہاں تک ناروے کا تعلق ہے ناروے کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن ترقی پذیر ہے اور ہر پہلو سے ایسی ترقی کر رہی ہے کہ جس سے دل کو حقیقی خوشی پہنچتی ہے۔ دعوت الی اللہ کا کام بھی جاری ہے اگر چہ اتنا زیادہ نہیں جتنا دوسری خوبیوں میں جماعت ناروے آگے بڑھ چکی ہے مگر اپنی توفیق اور حیثیت کے لحاظ سے خدا کے فضل سے بہت سی جماعتوں سے نسبتاً آگے ہیں اور یہ روح دن بدن نمایاں ہو رہی ہے۔ زیادہ احمدی جو پہلے تبلیغ کر رہے تھے ان میں مزید کے اضافے ہو رہے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت ناروے کو بھی باقاعدہ منظم طریق پر اب یہ نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ کون ہے جو دعوت الی اللہ میں حصہ نہیں لے رہا۔ ایسا آدمی اگر بیمار ہے، کمزور ہے یا ایسی خاتون ہیں جن کے بس کی بات نہیں یا ایسے آنے والے ہیں جو بڑی عمر میں پاکستان سے آئے اور ان کو زبان نہیں آتی، کوشش کرتے ہیں تو بھی نہیں آتی، اس گروہ کو بھی اگر خصوصیت سے منظم کر کے دعاؤں پر ان کو مامور کیا جائے کہ تم نے دعائیں کرنی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کا بھی حصہ ہو گا۔ پھر اگر اور زیادہ عقل سے کام لیں تو دعاؤں کے بعد یہ سوچیں کہ ہر آدمی براہ راست

تبلیغ میں ملوث نہ بھی ہو تو تبلیغ کی تیاری کے سلسلے میں پیچھے بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تو ایک جہاد ہے اور جہاد میں یہ مضمون ایسا ایک لازمی مضمون ہے کہ وہ لوگ جو مذہبی نقطۂ نگاہ سے جہاد کو نہیں بھی سمجھتے ،فوجی نقطۂ نگاہ سے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ جو فوجیں ہیں ان میں لڑنے والا سپاہی باقی فوج کی تعداد کی نسبت کم ہوتا ہے اور ایک بڑی تعداد ایسی ہے ان میں جو لڑنے والے سپاہی کے لئے تیاری کر رہی ہے۔ کچھ گولہ بارود بنانے میں مصروف ہیں جو فیکٹریوں میں کام کر رہے ہیں وہ بھی تو ایک فوج کا حصہ ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو ان ڈپوؤں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں فوج کی ضرورت کے سارے سامان اکٹھے کئے جاتے ہیں، حسب ضرورت تقسیم کئے جاتے ہیں۔ کچھ میڈیکل کورز ہیں جو ان کی صحت کا خیال رکھنے والے ہیں۔ کچھ سپلائی کے محکمے ہیں جن کے صرف یہ کام ہیں کہ ڈپو سے سامان لیں اور حسب ضرورت ہر ایک کو بروقت چیز مہیا کرتے رہیں۔ موٹر ٹرانسپورٹس ہیں، کئی قسم کے کام ہیں اور سائنسی نقطہ نگاہ سے ایسے انجینئرز کی ضرورت ہے جو جنگی ضرورتوں کے وقت کام آسکیں اور ان کو تجربہ ہو کہ جنگی ضرورتوں کی انجینئرنگ کے فرائض کیسے سرانجام دیئے جاتے ہیں ان سب کو آپ ملا لیں تو لڑنے والے سپاہی کی تعداد کم ہو جائے گی اور ان کی زیادہ ہو جائے گی۔ مگر یہ سب سپاہی ہیں۔ یہ بے وقوفی ہے یہ سمجھنا کہ باقی تو چھوٹے موٹے دوسرے کاموں میں مصروف ہیں۔ اصل سپاہی تو وہ ہے جو اپنی فوج کی مجموعی طاقت کے لئے خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ سب کے سب سپاہی ہیں۔

پس ایسا بھی تو کام ہے جماعت میں جہاں لٹریچر کی تیاری کے لئے ضرورت ہے دن رات ویڈیوز کے انتظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے، یہ سارے وہی کام ہیں جن کی میں اشارۃً بات کر چکا ہوں تو روحانی اور مذہبی جہاد میں بھی بکثرت ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو پیچھے بیٹھ کر کام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ایم ٹی اے میں مصروف کارکن ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو دن کا بڑا حصہ اپنے دوسرے مشاغل کے علاوہ ایم ٹی اے کی خدمت میں خرچ کرتے ہیں اور آدمی حیران رہ جاتا ہے دیکھ کر کہ ان کو دوسرے کاموں کے لئے وقت کہاں سے ملتا ہے تو کوئی یہ کہے کہ یہ تبلیغ نہیں کر رہے یہ تو بڑی بے وقوفی ہوگی۔ آپ سب کی تبلیغ میں مددگار کے طور پر ان کا ایک بڑا حصہ ہے۔ پس اسی طرح جماعت کے بہت سے دوسرے ادارے ہیں جو تبلیغی کام کرتے ہیں۔ تربیتی لحاظ سے بھی، مہمان نوازی کے

لحاظ سے بھی بہت سے دوسرے ادارے ہیں جو تبلیغی کام کرتے ہیں۔ تربیتی لحاظ سے بھی، مہمان نوازی کے لحاظ سے بھی بہت بڑی ضرورتیں ہیں، کھانے کا انتظام جو فوجوں کے ساتھ چلتا ہے ایک بہت بڑا شعبہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لنگر کو جماعت احمدیہ کے مقاصد میں پانچواں حصہ قرار دیا ہے۔ یعنی فتح اسلام کے لئے جو منصوبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا اور جس منصوبے کو مختصر کتابچے میں لکھا تو اس کا نام ''فتح اسلام'' رکھا اس میں اس کارخانے کی پانچویں شاخ اور برابر کی حصے دار مہمان نوازی کو قرار دیا ہے اور لنگر خانہ اس کا نام رکھا ہے تو میں جانتا ہوں۔ جہاں جہاں بھی داعی الی اللہ کامیاب ہیں وہاں خدا کے فضل سے بسا اوقات گھر بیٹھے ان کی بیویاں بھی برابر کی حصہ دار ہوتی ہیں کیونکہ وقت بے وقت وہ زیر دعوت لوگوں کو گھر پر بلاتے ہیں۔ گھر سے بد خلقی کا سلوک ہو بیوی ان سے لڑے کہ تو نے یہ کیا مصیبت ڈال دی ہے اگر آوازیں اور بچوں کا شور باہر جائے تو وہ آنے والا تو گھبرا کر نکل جائے گا۔ مگر ایسی عورتیں بھی ہیں خدا کے فضل سے جو دن رات محنت میں اپنے خاوند کا ساتھ دے رہی ہیں، مالی قربانی میں بھی، کھانے پکانے کی محنت، خوش اخلاقی سے آنے والوں کے دل جیتنا یہ سارے کام ہیں۔

تو بس دعوت الی اللہ صرف پیغام پہنچانے کا نام نہیں، پیغام پہنچانے کے لئے فضا سازگار کرنا، اس کی تمام ماحولیاتی ضروریات پوری کرنا، ہر قسم کی خدمتیں جو دعوت الی اللہ کرنے والوں کو طاقت عطا کرتی ہیں، ان کے کام میں مد ہوتی ہیں، یہ سب دعوت الی اللہ کے کام ہیں۔ پس اس پہلو سے اگر جماعت ناروے ان لوگوں کو منظم کرے جو زبان نہیں جانتے، جن میں اور بعض ایسی کمزوریاں ہیں کہ وہ میدان عمل میں جا کر خود تبلیغ نہیں کر سکتے تو آپ کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ اب وہ جانتے ہیں کیونکہ ایک ایسی بات ہے جس میں وہ باقی دنیا کے لئے نمونہ بن گئے۔ قرآن کریم کے ترجمے کا مسئلہ تھا وہ خاتون جنہوں نے پہلے ترجمہ شروع کیا تھا نارویجئن تھیں انہوں نے کچھ دیر کے بعد اس سے ہاتھ اٹھا لئے اور کہا یہ میں نہیں اب کروں گی اور اس مشکل کے وقت میں نے ناروے کی جماعت کو کہا کہ چیلنج ہے آپ کی نئی نسل کے بچے خدا کے فضل سے ایسے ہیں جنہوں نے نارویجئن زبان میں نارویجنز کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور امتیازی سرٹیفکیٹس ان کو ملے ہیں اور ان کے اساتذہ حیران رہ گئے ہیں کہ غیر قوموں سے آئے اور ہماری زبان میں ہمارے بچوں کو پیچھے چھوڑ

گئے۔تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایسے ہیں جن کو اردو بھی یاد ہے۔ان کے ماں باپ نے اردو کی نسبت سے بھی ان کی تربیت کی ہوئی ہے۔تو آپ کے پاس مواد موجود ہے خواہ عمریں چھوٹی ہوں، ان کی ٹیمیں بنائیں اور انہوں نے پھر خدا کے فضل سے اللہ امیر صاحب کو جزا دے کہ جو بھی کام کہا جاتا ہے فوراً سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔اپنی تعلیم جیسی بھی ہو مگر جو اطاعت کا جذبہ ہے وہ ایسا نمایاں ہے کہ ایک سیکنڈ دیر نہیں لگنے دیتے۔ادھر پیغام ملا ادھر وہ کام شروع کر دیا تو انہوں نے دیکھتے دیکھتے ٹیمیں بنالیں اور اس تیزی سے وہ ترجمہ ہوا کہ میں حیران رہ گیا۔مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ ترجمہ بالکل نکمہ ہی نہ ہو جو اس قدر تیز ہو گیا ہے تو یہاں کی چوٹی کی کمپنی کو جب اس کا نمونہ بھیجا تو انہوں نے کہا کہ بہترین ترجمہ ہے ایک نقص بھی ہم نہیں نکال سکے۔تو یہ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اب یورپ میں ہمیں وہ نئی نسلیں عطا کر دی ہیں جن کو وہاں کی زبان انہیں لوگوں سے سیکھنے کی توفیق ملی ہے جس طرح ان کے بچوں نے سیکھی ویسے انہوں نے سیکھی اور اردو بھی آتی ہے بہتوں کو انگریزی بھی آتی ہے اور ہماری بڑھتی ہوئی لٹریچر کی ضرورتیں جن کے متعلق فکر رہتا تھا کہ اب کیسے پوری ہوں گی اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے دیکھتے دیکھتے ہماری کوششوں کے بغیر خود بخود پوری کر دیں اور پھر ان کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔یورپ میں پلنے والی نئی نسلوں کا اپنے آپ کو اس طرح پیش کر دینا جس طرح تمام یورپ میں جب بھی کہا گیا ہے احمدی بچوں اور بچیوں نے پیش کیا ہے اس کی مثال آپ کو دنیا میں دکھائی نہیں دے سکتی۔

یہاں تو پلنے والے بچے اپنے گھروں کے نہیں رہتے، اپنے ماں باپ سے اجنبی ہو جاتے ہیں کجا یہ کہ مذہب کے نام پر جو اس زمانے میں ایک قدیم سی بات سمجھی جاتی ہے ان کو بلایا جائے اور ذوق شوق سے آئیں اور سنیں کہ لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں تو بغیر بلائے بھی آنے شروع ہو جائیں۔خط لکھیں، اصرار کریں کہ ہم بھی تو ہیں، ہمیں بھی تو خدمت کا موقع دو۔پس اس پہلو سے اب کوئی بھی ایسی آواز نہیں ہے جو اٹھائی جائے اور اس کے جواب میں لبیک لبیک کی آوازیں نہ آئیں۔یہ بھی تو اللہ کا فضل ہے جو آسمان سے اترا ہے۔یہ بھی اس بہار کا حصہ ہے جس کا میں نے ابتداء میں ذکر کیا تھا کہ بہار کا موسم آ گیا ہے اٹھو اٹھو، اب وہ خزاں کی باتیں پیچھے چھوڑ دو۔

پس جہاں خدا کے فضل سے پہلے سے بہار ہے اس میں مزید تر و تازگی کی گنجائش تو ہمیشہ

رہتی ہے۔اس لئے ناروے کی جماعت کو چاہئے کہ دعائیں کرے، استغفار کرے اور ایک پہلو کی طرف خصوصیت سے توجہ کرے کہ بعض دفعہ خدمت دین کرنے والے خدمت دین کو اتنا اہم سمجھتے ہیں کہ اپنی نادانی، ناسمجھی کی وجہ سے بنیادی باتوں سے غافل ہو جاتے ہیں۔مثلاً نماز باجماعت ہے، نماز کا ترجمہ ہے، قرآن کریم سے محبت اور اس کی تلاوت ہے، بنیادی دینی اخلاق ہیں۔تو کئی دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے یہاں ابھی میرے سامنے ایسی باتیں آئیں لیکن پاکستان میں بسا اوقات جب میں صدر مجلس تھا مجھے شکایات آتی تھیں کہ اچھی مجلس عاملہ ہے جو باہر نماز کھڑی ہوئی تھی اور یہ اپنے دفتر میں مجلس عاملہ بن کے بیٹھے ہوئے تھے۔ان کو میں نے ڈانٹا، میں نے کہا جس مقصد کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو، جس مقصد کو بطور خاص سنبھال رکھا ہے اس کو بھلا کر تم کیا خدمت سرانجام دو گے، کسی ایسی مجلس کی ضرورت نہیں ہے۔

نماز کے قیام کا مذہب کی تعلیم میں سب سے نمایاں حصہ ہے۔یہ وہ مقصد ہے جس کی خاطر انسان کو پیدا کیا گیا ہے جہاں خدا تعالیٰ نے خود سہولتیں مہیا فرمائی ہیں اجتماعی طور پر جماعت ان سہولتوں سے فائدہ اٹھاتی ہے۔جب اجتماعی باتیں ہوں سفر کے دوران یا ویسے بعض ضرورتیں ہوں جہاں خدا نے اجازت دی ہے کہ نمازیں جمع کرو وہاں جماعت نمازیں جمع کرنے کو برا نہیں سمجھتی۔مگر ایک نظام کے تحت کام ہوتا ہے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ جماعت کھڑی ہو جائے اور کچھ لوگ کہیں ہم مجلس عاملہ کی میٹنگ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ان کا فرض ہے کہ ہر کام چھوڑ کر جب عبادت کے لئے آواز آئے تو اس کے لئے حاضر ہوں اور اجتماعی طور پر باجماعت نماز ادا کریں۔سوائے اس کے کہ نظام جماعت ان کو کسی کام پر مقرر کرے اور ایسی صورت میں بھی نماز باجماعت کے بعد ان کو پھر باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔وہ لوگ جو کارکن ہیں ان کے لئے ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ ان کو بعد میں اکٹھا ایک امام کے تابع نماز پڑھنے کا موقع مل جائے۔

تو ناروے کو میری نصیحت یہ ہے کہ اول تو جو اس وقت بے کار ہیں ان کو بھی کام میں لائیں اور اس طرف میں نے اشارے کر دیئے ہیں کیا کیا طریق ہیں اور دوسرا یہ کہ جو نوجوان خدمت کر رہے ہیں ان کی بنیادی تربیت کی طرف توجہ دیں اور یہ دیکھیں کہ اس خدمت کے ساتھ ساتھ وہ بحیثیت مومن خدمت کے شایان شان بھی ہیں کہ نہیں۔ان میں ایمان کی صفات عمل کے ساتھ جلوہ گر

ہیں کہ نہیں۔ خالی ایمان اگر کوئی جلوے دکھاتا بھی رہے تو جب تک وہ عمل ساتھ نہ ہو جس کا قرآن کریم نے بطور شرط ذکر کیا ہے یہ ایمان کچھ دیر کے بعد مرجھا جائے گا۔ اس کو عبادت زندہ رکھتی ہے۔ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) مومن وہ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سادہ سی تعریف ہے مگر انسان زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت ناروے خصوصیت سے اس پہلو کی طرف بھی توجہ دے گی کیونکہ اگر یہ کرے گی تو ان کی نیکیوں کو استقلال نصیب ہو جائے گا، ان کی نیکیاں دائمی ہو جائیں گی کیونکہ عبادت کرنے والے کی نیکیوں کی حفاظت عبادت کرتی ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (العنکبوت:46) قرآن کریم نے جو صفات بیان کی ہیں نماز کی اور نمازی کی اس سے پتا چلتا ہے کہ سب تربیتوں سے بڑھ کر تربیت یہ ہے کہ کسی شخص کو باجماعت نماز کا عادی بنا دیا جائے اور پھر نماز کے قیام میں یہ بات لازماً ہے کہ جو نماز پڑھتا ہے اس کو نماز کا ترجمہ بھی آتا ہو، سوچ سمجھ کر پڑھے۔ اس مضمون میں جو نماز کے دوران پڑھا جاتا ہے تربیت کے بے انتہا مصالح موجود ہیں۔ وہ مصلحتیں جن کے پیش نظر خدا تعالیٰ نے وہ عبادتیں مقرر فرمائی ہیں وہ تبھی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اگر آپ کو ان کا ترجمہ آتا ہو، ان کا مضمون سمجھتے ہوں، ان کے مضمون پر غور کرنے کی عادت پڑ جائے۔ تو پھر ان میں سے نئی نئی باتیں از خود پھوٹتی چلی جائیں گی، ہمیشہ کا رزق نصیب ہوگا، ایسا رزق جس میں نفاذ نہیں، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ سب دنیا کی جماعتوں کو ان دو نصیحتوں پر خصوصیت سے عمل کی توفیق بخشے جو ایک کینیڈا کو خصوصاً پیش نظر رکھ کر کی ہے اور ایک ناروے کو بالخصوص پیش نظر رکھ کے کر رہا ہوں۔

اب میں ان آیات کی طرف آتا ہوں اگر بقیہ وقت میں یہ بیان نہ بھی ہو سکیں تو انشاء اللہ اگلے خطبہ میں باقی مضمون میں ادا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ وہ لوگ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وَ مَنْ حَوْلَهٗ اور جو اس کے اردگرد ہیں یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وہ سب اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور حمد تسبیح کے ساتھ کرتے ہیں یا تسبیح حمد کے ساتھ کرتے ہیں۔ تسبیح سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہر نقص سے پاک بیان کرتے ہیں اور سچی گواہی دیتے ہیں۔ نظر رکھنے کے بعد یہ بیان دیتے ہیں کہ ہمارا رب ہر نقص سے پاک ہے۔ جس جس

صفت کو جس طرح دنیا میں عمل پیرا ہوتے انہوں نے دیکھا وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے کہیں بھی صفات الٰہی کی جلوہ گری میں کوئی نقص نہیں پایا یہ مضمون ہے تسبیح کا اور یہ بہت وسیع مضمون ہے اور اگر یہ مضمون نہیں تو تسبیح بالکل بے معنی ہے کیونکہ اگر آپ کسی شخص کے متعلق یہ اعلان کریں کہ وہ نقص سے پاک ہے اور آپ کو اس سے واقفیت ہی کوئی نہ ہو اور آپ نے زندگی کا بہت تھوڑا حصہ اس کے ساتھ گزارا ہو، اکثر ناواقف ہوں، اس کی عادتوں کا علم نہ ہو، اس کے ماحول کا علم نہ ہو، دنیا کی عدالت بھی اس کو رد کر دے گی، اس گواہی کو قبول نہیں کرے گی۔

پس اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ بعض لوگوں کی گواہی اپنے حق میں پیش کر رہا ہو اور وہ گواہ جھوٹے ہوں یا لاعلم ہوں۔ پس ان مومنوں کی گواہی ہے جو اپنے دعوے میں خالص ہیں انہوں نے واقعۃً تمام زندگی صفات باری تعالیٰ کی جلوہ گری کو دیکھا ہے اور جہاں بھی دیکھا ہے نقص سے پاک دیکھا ہے۔ وہ ہیں اَلَّذِيْنَ ۔ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور پھر نقص سے پاک ہی نہیں دیکھا بلکہ ہر نقص کے مقابل پر جو مد مقابل صفت حسنہ ہے، ایسی خوبی ہے جو مثبت معنے رکھتی ہے اس کو بھی جلوہ گر دیکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے متعلق کہا جائے کہ وہ بدنظری نہیں کرتا تو یہ ایک پہلو سے نقص سے پاک ہونے کا اعلان ہے مگر اس کی نظر اور اچھے کاموں میں اگر استعمال نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کا مشاہدہ محبت اور پیار سے نہ کرنے والی ہو، اس کو پتا ہی نہ ہو کہ خدا کس طرح جلوہ گر ہوا ہے تو اس کے متعلق یہ گواہی بالکل ہی ناقص اور معمولی گواہی ہوگی۔ مگر اگر وہ بدنظر سے پاک ہو اور حسن نظر رکھتا ہو تو پھر اس کی نظر میں ایک عجیب شان پیدا ہو جاتی ہے۔

یہی مضمون ہے يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرتے ہیں، نظر ڈالتے ہیں اور بالکل سچی گواہی دیتے ہیں، عینی گواہ کے طور پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں جہاں ہماری نظر گئی ہے ہم نے کبھی بھی صفات باری تعالیٰ میں کوئی نقص نہیں دیکھا اور اس کے برعکس تو درکنار ہمیشہ خدا تعالیٰ کی صفات کو مثبت، خوبصورت، دلکش، مفید عام صفات کے طور پر جلوہ گر دیکھا ہے۔ یہ گواہی دینے والے ہیں جن کے متعلق فرمایا وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اور وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اب یہ دلچسپ انداز ہے اس آیت کا کہ پہلے یہ گواہی دی ہے بعد میں فرمایا ہے وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ایمان پہلے نہیں کہا گواہی پہلے دی ہے۔ جو سوال کرنے والا تھا اس کا سوال تو

یہ تھا کہ عرش کیا چیز ہے اور اس کے حوالے سے ہمیں بتائیں کہ کیا مطلب ہے عرش کو اٹھانا۔ یہ تو میں بیان کروں گا انشاء اللہ لیکن اس آیت پر ایسی نظر ڈالنا تو لازم ہے تا کہ آپ اس کو اچھی طرح الٹ پھیر کر دیکھیں کہ کیا کہنا چاہتی ہے، اس میں کیا کیا خاص باتیں ہیں جو قابل توجہ ہیں۔

تو ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ ایمان کا پہلے ذکر نہیں فرمایا بعد میں فرمایا ہے۔ اس موقع پر اس میں ایک خاص حکمت ہے۔ اگر ایمان پہلے ہو تو انسان اس کو برائیوں سے پاک ہی سمجھتا ہے۔ جو اپنا پیر ہے اس پر تفصیلی نظر ڈالی ہو یا نہ ڈالی ہو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ہر برائی سے پاک ہی ہے، ہر خوبی کا مالک ہے اور اکثر دنیا میں ایمان کی یہ حالت ہے بے چاروں کی کہ جن باتوں پر ایمان لاتے ہیں یا جن رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں ان کی عظمت تو بہت ہے دل میں لیکن ایمان کی وجہ سے ان کی خوبیاں بیان کرتے ہیں، خوبیاں دیکھ کر بیان نہیں کرتے۔ ایمان کی وجہ سے برائیوں سے پاک اور ان کی عصمت کے قائل ہوتے ہیں اور اگر کوئی ان کی عصمت پر انگلی اٹھائے تو اس انگلی کو کاٹ دیں گے بلکہ بعض دفعہ اسے بھی قتل کر دیتے ہیں مگر پتا ہی نہیں کہ عصمت ہے کیا چیز۔ پس وہ مومن اور ہیں جو ایمان کی خاطر اپنے پیاروں کی یا ان کی جن کے حق میں وہ ایمان لاتے ہیں گواہیاں دیتے ہیں کہ وہ ہر نقص سے پاک ہیں، ہر خوبی کے مالک ہیں۔ مگر اللہ جن کی بات کر رہا ہے یہ بہت عظیم لوگ ہیں۔ فرمایا ہے ان کی نظر بہت ہی گہری اور وسیع ہے اور وہ دیانت داری کے ساتھ کامل یقین اور شہادت کے اصولوں پر پورا اترتے ہوئے یہ گواہی دیتے ہیں اور دیتے رہتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی ذات میں اس کی صفات کی جلوہ گری میں کبھی کوئی نقص نہیں پایا اور نقص کی بجائے ہمیشہ خوبیاں دیکھی ہیں۔

یہ گواہی دینے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ان کا ایمان دیکھو کس شان کا ایمان ہوگا۔ اس کو حق الیقین کہا جاتا ہے۔ وہ ایمان جو آگ کی گرمی محسوس کر کے پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایمان جو ٹھنڈا پانی پینے والے کو اس کی خوبیوں میں آتا ہے وہ ایمان اور طرح کا ہے اور ٹھنڈا پانی پیتے دیکھا جائے کسی کو وہ ایمان اور ہے۔ تو یہ حق الیقین لاتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو بخشش طلب کرنے کا حق عطا ہوتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ یہ نہیں بیان فرما رہا کہ وہ اپنے لئے بخشش مانگتے ہیں۔ وہ تو مانگتے ہی ہیں یہاں ان کا عظیم تر مرتبہ بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ بخشش مانگتے ہیں ان کے لئے جو ایمان لائے ہیں اور ایمان لانے والوں میں صرف یہ گواہ

نہیں ہیں اور بھی ہیں۔ کچھ کمزور ہیں، کچھ نسبتاً مضبوط ہیں، طرح طرح کے ایمان لانے والے ہیں اور ان کو ان کی فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ ان کے لئے بھی بخشش کی دعا مانگی جائے۔ ان بے چاروں کو کہیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے نقصان نہ پہنچ جائے، اپنی کمزوریوں کی وجہ سے وہ خدا کی بخشش سے محروم نہ رہ جائیں۔ تو ان پر دوسروں کی فکر غالب آ جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا استغفار اور اس استغفار کی کثرت دراصل ان سب کے لئے تھا یعنی ان کی کثرت اس لئے تھی کہ وہ استغفار ان سب کے لئے تھا جن کی ذمہ داری آنحضرت ﷺ پر ڈالی گئی تھی۔ پس اس پہلو سے میں اب اس دعا کو یہاں ابھی چھوڑتا ہوں۔ واپس جاتا ہوں عرش کے مضمون کی طرف۔

يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے کیا مراد ہے؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی صراحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ خدا کسی چیز کا محتاج نہیں کہ وہ اسے اٹھائے۔ اگر عرش پر جلوہ گر ہے، عرش پر جانشین ہے تو جو اسے اٹھائے گا گویا انہوں نے خدا کو اٹھایا ہوا ہے۔ آپؑ نے فرمایا قرآن کریم تو بار بار فرماتا ہے کہ خدا نے ہر چیز کو اٹھایا ہوا ہے۔ کوئی چیز بھی نہیں ہے جو خدا کے اٹھائے بغیر اٹھی رہ سکے تو اس کو کس نے اٹھانا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ، استدلال کے ساتھ یہ ثابت فرمایا ہے کہ عرش تو مخلوق ہے ہی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر قسم کی تخلیق کا ذکر کرتا ہے وہاں عرش کا ذکر نہیں کرتا اور تخلیق کے بعد عرش پر جلوہ گری کا ذکر فرماتا ہے اور ہمیشہ سے جلوہ گر ہی ہے عرش پر۔ تو کیا اس نے اپنی سیٹ خود بنائی تھی؟ اور اگر نہیں بنائی تھی تو اس کی طرح دائمی ہے تو دونوں پھر دوام میں ایک دوسرے کے شریک ہو گئے۔ اسی لئے تمام چوٹی کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عرش مخلوق نہیں ہے اور اس لئے مخلوق نہیں ہے کہ صفت ہے ایک اور صفات مخلوق نہیں ہوا کرتیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرش کے مضمون کو خوب کھولا ہے اور یہاں يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے آپ کو سمجھ آ جانی چاہئے کہ عرش سے مراد کیا ہے یہاں۔ وہ خدا کے مومن بندے جو اللہ تعالیٰ کے غلبے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، اپنی تمام طاقتیں پیش کر دیتے ہیں اور اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے ان کی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ وہ حمل ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔ پس وہ دعا جو آپ کرتے ہیں

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (البقرہ:287) اس کی سمجھ آئی کہ اس سے مراد عرش کا اٹھانا ہے۔ اے خدا ہم تیرے عرش کو اٹھانے والے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ تیری صفات کو اپنے اوپر بھی جلوہ گر کریں اور تمام دنیا میں ان صفات کو نافذ کر دیں، ان صفات کا عرفان بخشیں اور انسانوں کی رگ و پے میں وہ صفات دوڑنے لگیں، یہ ہماری تمنا ہے یہ ہم سے توقعات ہیں۔ پس طاقت کے مطابق ہم سے یہ کام لے اور جس حد تک ہم میں وسعت ہے تیرے عرش کو اٹھانے کی اسی حد تک یہ بوجھ ہم پر ڈال۔

پس سب سے بڑا عرش کو اٹھانے والا وجود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود تھا۔ اس لئے وہ ترجمہ کرنے والے جو یہاں فرشتے ترجمہ کرتے ہیں اور بہت سے علماء اور چوٹی کے بزرگوں نے بھی یہ ترجمہ کیا ہوا ہے وہ اس لئے کرتے ہیں کہ بعض دوسری جگہ بھی فرشتوں کے حوالے سے عرش کو اٹھانے کا مضمون بیان ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہاں بھی فرشتوں کا ذکر نہیں ہے۔ اصل عرش اٹھانے والے حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے ساتھی ہیں کیونکہ خدا سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے دل پر جلوہ گر ہوا ہے۔ کوئی دنیا کا انسان، باشعور انسان علم کے بعد اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس میں فرقوں کا اختلاف ہو بلکہ ہر مذہب والا جب وہ غور کرے گا قرآن کریم پر اور دیکھے گا کہ جس طرح خدا کی صفات قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اس کا عشر عشیر بھی دوسری الہی کتب میں نہیں ملتا اور جس تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور جس تفصیل سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ان پر روشنی ڈالی اور خود اپنی ذات میں جاری کر کے ان کو دکھایا یہ مضمون اسلام جیسا کہیں کسی دنیا کے خطے میں، کسی مذہب میں دکھائی نہیں دیتا۔

تو اصل حمل عرش سے مراد خدا تعالیٰ کی صفات کو جاری کرنا اور ان کا مظہر بننا ہے اور اسی لئے الَّذِيْنَ سے پہلے جو مضمون ہے وہ ان انسانوں کی بات ہو رہی ہے جو خدا کے پیغام کو رد کر دیتے ہیں اور ان کے مدمقابل وہ انسان بیان ہوئے ہیں جو خدا کے پیغام کو نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ اس کا مظہر بن جاتے ہیں اور سب سے زیادہ ذمہ داری اس کی ادا کرتے ہیں۔ یہ جو آیات ہیں سورہ المومن سے لی گئی ہیں اور اس کی پہلی آیت حٰمٓ ہے۔ اس میں شروع میں بیان ان لوگوں کا ہے جنہوں نے انبیاءؑ کا انکار کیا۔ صفات باری تعالیٰ کے بیان کے بعد پھر ان کا ذکر شروع کرتا ہے پس جو عرش بعد میں

آئے گا اس کا تعلق صفات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حٰمٓ یہ وہ قرآن کی آیات ہیں جو خدا کی حمد بیان کرتی ہیں اور اس کا مجد بیان کرتی ہیں اس کی بزرگی کے جلوے دکھانے والی آیات ہیں۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ (المومن:4) وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ وَقَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے شَدِيْدِ الْعِقَابِ جب پکڑتا ہے تو بہت سخت پکڑ ہے اس کی ذِى الطَّوْلِ اور اس کی پہنچ بہت ہے، اس کی وسعتوں کی انتہا کوئی نہیں اور ذِى الطَّوْلِ میں بخشش کا بے پناہ ہونا بھی اس میں موجود پایا جاتا ہے۔

پس ذِى الطَّوْلِ کا جو ترجمہ مصلح موعودؓ نے کیا ہے وہ ہے بڑا احسان کرنے والا، الطَّوْلِ میں دراصل اس کی وسعت، اس کی عظمت اس کی رحمتوں کی انتہا یہ ساری چیزیں آجاتی ہیں۔ اس لئے ذنب کے مضمون کے بعد فرمایا وہ مغفرت تو کرنے والا ہے لیکن بے دھڑک بھی نہ ہو جانا۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ چونکہ مغفرت کرنے والا ہے اس لئے بے دھڑک ہو کر جسارتیں کرنے لگو کیونکہ جب وہ پکڑتا ہے بہت سخت پکڑتا ہے۔ اس کی پکڑ سے پھر کوئی چیز کسی وجود کو بچا نہیں سکتی لیکن یاد رکھنا کہ پکڑ کا مزاج غالب مزاج نہیں ہے۔ جو غالب مزاج ہے وہ پس ذِى الطَّوْلِ ہے، بہت ہی کریم ہے، بے انتہا خوبیوں کا مالک اور احسان کرنے والا۔ پس طول کے لفظ میں ہر قسم کی صفات کی وسعتیں آجاتی ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ مگر یاد رکھنا لوٹ کر اس کی طرف جانا ہے۔ پس اس مضمون کے بعد پھر فرمایا کہ جو اہل علم، ہیں اہل عقل ہیں، وہ جرأت نہیں کرتے کہ اس کے نشانات کا انکار کریں۔ مَا يُجَادِلُ فِىٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (المومن:5) صرف کافر ہی ہیں جو پھر اس کی صفات میں بحث کرتے ہیں۔ اس کے متعلق بے ہودہ نامناسب باتیں کرتے ہیں اور پھر اپنی طرف سے اپنے حق میں دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو جدال کرنے والے لوگ ہیں۔ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِى الْبِلَادِ وہ دنیا میں ایسے لوگ دوڑے پھرتے ہیں آزادانہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تجھے یہ بات دھوکے میں مبتلا نہ کردے کہ یہ لوگ غالب ہیں، یہ آزاد ہیں، اپنی من مانیاں کرنے والے ہیں، ان کو وسعتیں عطا ہوئی ہیں، جس ملک میں جائیں جو چاہیں پروپیگنڈا کریں۔ فرمایا یہ بات تجھے دھوکے میں مبتلا نہ کردے کیونکہ اس سے پہلے جن جن لوگوں نے جھٹلایا ہے ان کا انجام دیکھ کہ کیا ہوا۔ فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

وَّ الْاَحْزَابُ (المومن:6) اس سے پہلے نوح کی قوم نے بھی جھٹلایا تھاوَّ الْاَحْزَابُ اور کئی قسم کے گروہ اور جتھے تھے جنہوں نے جھٹلا دیا تھا جو حضرت نوحؑ کے بعد آئے۔ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ، وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ اور ہر امت نے ہر قوم نے جس کی طرف رسول بھیجا گیا ہے ایڑی چوٹی کا زور لگالیا وَهَمَّتْ پورے ارادے کے ساتھ، پورے عزم کے ساتھ یہ فیصلہ کرلیا۔ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ کیا عزم کرلیا، کیا ارادہ لے کر اٹھے تاکہ وہ اس کو پکڑلیں اور رسول سے وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ باطل کے ذریعے جھوٹ کے ذریعے اس کے ساتھ سخت لڑائی شروع کردیں ان کی ساری باتیں جھوٹی ہوتی ہیں جب وہ انبیاءؑ کا اور حق کا مقابلہ کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیں روزانہ قرآن کریم کی اس آیت کی گواہی میں پاکستان کے اخبارات بھرے پڑے ہوتے ہیں اور یہاں کا ''جنگ'' بھی اور یہاں کے اخبارات جن میں ان لوگوں کی رسائی ہے ہر خبر جو احمدیت کے متعلق دیتے ہیں اس میں جھوٹ کی ملونی ضرور ہوتی ہے۔ کہیں قسمت سے کوئی سچی بات منہ سے نکل جائے تو ساتھ جھوٹ شروع کردیتے ہیں۔ میں نے آج تک احمدیت کے کسی مخالف کو کلیۃً سچا نہیں پایا۔ اکثریت ایسی ہے جو بھاری تعداد میں اکثر جھوٹ بولتی ہے اور احمدیت کے ذکر میں تو جھوٹ لگتا ہے ان کو ماں کے دودھ کی طرح لگتا ہے، وہ اس کے بغیر پل ہی نہیں سکتے۔ تو قرآن کریم نے دیکھو کتنا سچا بیان دیا ہے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹ پر پنپتے ہیں۔ ان کے ہتھیار جھوٹے ہوتے ہیں۔ ان کی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں اور یہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ ہم نے حق کو مٹانا ہے جھوٹ کے ساتھ، کوئی پاکستان کا ہو یا پاکستان سے باہر ہو، ذی شعور ہو، اس میں انصاف کا مادہ ہو، اگر وہ دیکھے کہ ہمارے مدمقابل ہمارے خلاف کس طرح جھوٹ بولتے ہیں تو صرف یہی بات احمدیت کی صداقت کا قائل کرنے کے لئے اس کو کافی ہونی چاہئے اور قرآن کریم کی عظمت کا بھی اس کو قائل ہونا چاہئے کہ فرمایا یہ ایک دائمی دستور ہے اس میں تم کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے مٹانے کے عزم کے ساتھ جھوٹ کا عزم شامل ہو جاتا ہے اس کے بغیر ان کا گزارہ ہی کوئی نہیں لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے حق کو مٹادیں بھلا ہوسکتا ہے کہ جھوٹ حق پر غالب آجائے۔

فرماتا ہے فَاَخَذْتُهُمْ انہوں نے نبیوں کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس سے پہلے ان کو دبوچ لیا۔ ایک آدمی کسی کی طرف دوڑا جارہا ہو اس کو پکڑنے کے لئے اوپر سے ایک ہاتھ اترے اور گردن سے پکڑ کے، دبوچ کے اس کو اٹھا کے ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دے یہ نقشہ ہے جو قرآن کریم کھینچ رہا ہے فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ انہوں نے کیا پکڑ کرنی تھی دیکھو میری پکڑ کیسی تھی کسی شان کی اور کیسی فیصلہ کن پکڑ تھی وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (المومن: 7)۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو اگر وہ پڑھیں اور غور کریں تو ان پر یقیناً یہ بات تیرے رب کی یہ بات کھل جائے گی جنہوں نے کفر کیا کہ وہ لازماً جہنمی لوگ ہیں کیونکہ یہ عادتیں جہنمیوں کی ہیں کہ سچائی کے مقابل پر جھوٹ بولیں اور جھوٹ کو سب سے بڑا ہتھیار بنا لیں۔ Main Stay ان کی ان کا اصل سہارا جھوٹ ہو جائے جس کے ذریعے وہ حق کا مقابلہ کرتے ہیں اور ایسے لوگ اگر ذرا بھی غور کریں تو ان کو سمجھ آنی چاہئے کہ ہم جو جھوٹ پر منہ مار رہے ہیں اس سے سچ کی خدمت کیسے ہو سکتی ہے اور رب کے کام کیسے جھوٹ کے ذریعے چلائے جا سکتے ہیں۔ یہ مضمون ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو دکھلا سکتا ہے یہ بات، ان پر روشن کر سکتا ہے کہ وہ جہنمی لوگ ہیں۔ اہل نار ہی ہیں جو یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ خدا کے بندے تو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر: 4) وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ کا مطلب ہے سچ کہنے کی نصیحت کرتے ہیں، سچ بولنے کی نصیحت کرتے ہیں، سچا ہونے کی نصیحت کرتے ہیں مگر سچ کہہ کر، سچ بول کر، سچا بن کر۔ ''جال'' لفظ نے یہ عجیب کرشمہ دکھایا ہے بیک وقت ایک ہی فقرے میں دونوں مضمون پوری طرح داخل کر دیئے۔ حق کی خاطر کام کرتے ہیں مگر حق طریقے سے۔ سچ بولنے کی نصیحت کرتے ہیں، سچ بول کر۔ سچے اعمال کی وصیت کرتے ہیں مگر سچے اعمال اپنی ذات میں پیدا کر کے۔

پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بالکل روشن کر دیا، خوب کھول دیا کہ ان پر یہ بات کھل جانی چاہئے تھی کہ حق کو اپنے لئے اپنی تائید میں کسی جھوٹے کی ضرورت نہیں ہے اور جس کو تم باطل بھی سمجھ رہے ہو اس کو بھی جھٹلانے کے لئے باطل کام نہیں آ سکتا اور حق تمہارے پاس ہے نہیں۔ تو کیسا کھلا کھلا فیصلہ ہے کہ تم لازماً جہنمی لوگ ہو۔ یہ جہنمیوں کی عادات ہیں سمجھتے کیوں نہیں۔

ان کے بعد یہ فرمایا اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَہٗ کیسی بات کھول دی ہے۔ان کے مقابل پر مومنون ہیں اور مومنوں کی جماعت کے سردار حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ ۔انہوں نے وہ ساری ذمہ داریاں اٹھالی ہیں جو سچائی کو دنیا میں روشن اور غالب کرنے کے لئے اٹھانی ضروری ہیں۔پس عرش سے مراد خدا تعالیٰ کی وہ صفات حق ہیں اور وہی صفات ہیں جو دراصل مومن اپنی جان پر، اپنے دل پر اٹھاتے ہیں اور مومن کا دل وہ عرش بن جاتا ہے جس پر خدا جلوہ گری کرتا ہے۔اس کا جو اگلا حصہ ہے وہ انشاء اللہ میں آئندہ خطبے میں بیان کروں گا اب وقت گزر چکا ہے۔